تعلیماتِ اسلام قیامِ امن کی اساس (سیرتِ طیبہ کی روشنی میں)

The Islāmic Teachings: A Foundation for the Establishment of Peace (in the Light of Seerah)

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری*

ABSTRACT

This article highlights the Islamic and the prophetic teachings regarding the promotion of peace. The human progress is directly associated with peace. The so-called peacemakers of the world have failed in their insincere and incompetent quest for peacekeeping, rather, they they have contributed to deteriorate peace furhter. Islām and its prophet (ﷺ) present the impeccable and practical methods and methodology to establish and maintain peace in society. We find that in all his roles and status, the prophet (ﷺ) of Islām is a symbol and model of peace. The very words of Islām and Muslim are the titles, enogh to indicate the approach of Islām towards peace.

The author of this paper draws the attention of the readers that in its beliefs, ethical teachigs, laws, and rituals of worship, the sole aim of the Islām is to enhance and promote peace at the individual, as well as, the collective level. The scope of peace in Islām is not confined to the Muslims only, it includes the non-Muslim, too. Further, it encompasses animals and vegetation in its fold of peace. This is what the world needs to focus on and admit; and the media needs to highlight and promote, so that, the real image of Islām may come to fore and the false propaganda against it die away.

Keywords: *Islām; Peace; Media; Worship Rituals;Fraternity*

* صدر شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو ئجز، اسلام آباد

بیسویں صدی کروڑوں انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگے رخصت ہوگئی ، بے پناہ سائنسی ایجادات اور دنیوی ترقی کے باوجود انسانی دنیا کی بنجر روح کے لیے کوئی دوا تیار نہ ہو سکی۔ کائنات کو قمقوں اور فانوسوں سے روشن کرنے والے دل کی تاریک دنیا کیلئے کوئی روشنی مہیا نہ کرسکے۔ بیمار انسانیت کی ہمدردی کا راگ الاپنے والے ناقص غذاؤں اور کھادوں کے ذریعے انسانوں کو موت کی وادی میں دھکیلنے والے کیا انسانیت کے خیر خواہ ہیں ؟ اور کیا وہ امن کے علمبردار کہلانے کے مستحق ہیں؟ آج اکیسویں صدی کی آمد پر عالم انسانیت جشن منانے میں مصروف ہے۔ ادھر انسانیت کی تباہی کیلئے بارود تیار ہوچکا ہے، اسرائیلی بربریت کے شکار فلسطینوں کی دلدوز چیخیں، خود اندرون ملک کھیلے جانے والی خون کی ہولی، بم دھماکوں سے فضامیں بکھرے ہوئے انسانی اعضاء، ہندی اور کشمیری مسلمان خواتین اور معصوم بچوں پر آئے دن کا شب خون، لوٹ مار اور آتش زنی، کیا یہ تحائف ہیں، جو اکیسویں صدی کے استقبال کیلئے تیار کیے گئے ؟

آج کے انسان میں خود غرضی ، مفاد پرستی ، ایک جزو زندگی کی حیثیت اختیار کرچکی ہے ، وہ اپنے مفاد کیلئے اپنی قوم بلکہ پوری ملت کو داؤ پر لگانے سے گریز نہیں کرتا، باہمی محبت کے رشتوں نے سوداگری اورخود پرستی کا روپ دھار لیا ہے۔ احترام آدمیت عنقا ہوچکا ہے۔ اخلاقی قدریں، قصہ پارینہ بن گئی ہیں۔خود فروشی اور خود پرستی اس کا شعار ہوگئی ہیں۔ قومی غیرت وحمیت کا جنازہ نکل گیا ہے۔ اخوت ومروّت مفقود ہوچکی ہیں۔ انسان کی نکیل خدا نا شناس، ائمہ کفر وضلالت کے ہاتھ میں ہے، فکری آوارگی اور عملی انارکی نے دنیا کو جہنم بنا رکھا ہے۔

انسان کا لفظ "انس" سے ماخوذ ہے جس کے معنی "محبت و آشتی" کے ہیں ، اگر انسان سے محبت اور آشتی کا جوہر ہی ختم ہوجائے تو پھر وہ انسان ہی کب رہتاہے؟ پھر اس کا وجود ندامت اور شرمندگی سے عبارت ہوجاتاہے۔ ان حالات میں دنیا ایک دارالامان کی متلاشی ہے، وہ کسی ایسی ہستی کی تلاش میں ہے، جو رنگ ونسل، وطنیت اور قوم پرستی کی پستیوں سے بلند ہوکر خالص انسانی نقطہ نگاہ سے سوچتی ہو۔جو انسان کو حقیقی انسانیت کو مفہوم سکھادے، جو

انسانوں کو طبقاتی تقسیم کی بجائے وحدت ملّی کا درس دے اور جس کے چشمہ فیض سے بلا تمیز پوری انسانیت سیراب ہوسکے اور بلاروک ٹوک ہمیشہ کیلئے رواں دواں رہے۔

رسول اللہ ﷺ امن و سلامتی کے داعی ہیں اورآپ ﷺ نے عالمگیر امن و سلامتی کا مثالی نمونہ پیش کیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ﷺ نے دنیا کو امن و سلامتی، شفقت ورحمت، انسان دوستی اور عفوودرگزر کی تعلیم دی ہے۔ اس حقیقت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا کہ آپ ﷺ نے ایک ایسے دور میں جو عالمی فساد اور بدامنی پر مبنی تھا، لاقانونیت اور ظلم اپنے عروج پر تھے، تاریخ کے ایسے تاریک دور میں آپ ﷺ نے دنیا کو امن و سلامتی کا ایسا پیغام دیا جس نے انسانیت کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا۔ آپ ﷺ نے انسانی معاشرے سے ظلم، جہالت، عدم رواداری، انتہا پسندی، لاقانونیت، ناانصافی کے کلچر کو یکسر ختم کر دیا۔ اور نہ صرف سرزمین عرب بلکہ دنیا کے کونے کونے میں امن و سلامتی کی یقینی ضمانت فراہم کی۔ نبی کریم ﷺ نے دین کا پیغام محبت اور امن کے ذریعے دیا۔ آپ ﷺ کا اسوہء مبارکہ ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

امن کا مفہوم:

امن کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے ابن منظور بیان کرتے ہیں:

"**الأمن: ضد الخوف، والأمانة: ضد الخيانة، والإيمان: ضد الكفر.**"(۱)

"امن خوف کی ضد ہے۔ اور امانت خیانت کی ضد ہے۔ اور ایمان کفر کی ضد ہے"۔

امام زمخشری امن کا لغوی مفہوم بیان کرتے فرماتے ہیں:

"**فلان أمنةٌ أي يأمن كل أحد ويثق به، ويأمنه الناس ولا يخافون غائلته**"(۲)

ایسی مجسمہ امن شخصیت جو دوسروں کی امن عطا کرے اور لوگ اس کے فتنہ سے محفوظ ہوکر امن وامان میں رہیں۔

یعنی ہر وہ شخص جو امن کی صفت سے آراستہ ہو اور اسے زندگی کا معمول بنالیتا ہے۔ وہ مجسمہ امن بن جاتا ہے۔ تو وہ دوسروں کو بھی امن وسلامتی بخشتا ہے۔ اور لوگ بھی اس سے بے خوف وخطر ہو جاتے ہیں۔

امام راغب اصفہانی امن کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"أصل الأمن طمانية النفس وزوال الخوف"(۳)

"امن طبعیت میں امن کے حصول اور خوف کے زائل ہونے کا نام ہے"۔

امام جرجانی امن کا اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

بأنه: "عدم توقع مكروه في الزمان الآتي"(۴)

"مستقبل میں کسی بھی ناپسندیدہ واقعہ کی توقع نہ کرنا۔"

امن کی ضرورت واہمیت:

کسی بھی معاشرہ کی ترقی و خوشحالی کیلئے امن وامان کا ہونا ضروری ہے۔ مہذب اور آئیڈیل معاشرہ وہی کہلاتاہے جس میں امن وسکون اور اطمینان کی فضا ہو۔ سہمے ہوئے اور خوفناک ماحول میں پرورش پانے والے افراد معاشرتی خوبیوں سے عاری ہوتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی رفیقہ حیات حضرت ہاجرہ اور فرزند حضرت اسماعیل علیہما السلام کو مکہ میں چھوڑتے وقت سب سے پہلے جو دعا کی وہ امن وامان کے بارے میں تھی۔ کیونکہ اس وقت حضرت ہاجرہ اور ان کے لخت جگر اسماعیل علیہما السلام کے سوا کوئی اور یہاں آباد نہ تھا۔ اتنے لق ودق صحرا اور سنگلاخ بیابان میں بس ماں بیٹا ہی تو تھے۔ اس لئے ان کے حفظ وامان کی فکر ایک فطری بات تھی۔ اس دعامیں یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ جس مقام پر امن و امان نہ ہو وہاں بسنے والے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے۔ لہذا کسی جگہ پر ٹھہرنے کیلئے پہلی ضرورت یہی ہو اکرتی ہے کہ وہاں کے باسیوں کی ہر قسم کا سکون میسر ہو۔ اس کے بغیر کوئی علاقہ ترقی نہیں کر سکتا۔ اس لیے چادر اور چار دیواری کی حفاظت حکومت کی اولین ترجیح ہونا چاہیے۔

معاشی ترقی اور تجارت کی کامیابی پر امن ماحول کی مرہون منت ہے۔ جس معاشرہ میں امن وامان کا ماحول جس قدر بہتر ہو گا اسی قدر کاروبار ترقی کا معیار بلند ہو گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ۝٣ الَّذِي أَطْعَمَهُم مِّن جُوعٍ وَآمَنَهُم مِّنْ خَوْفٍ ﴾(۵)

(لہذا ان کو چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انہیں بھوک سے بچا کر کھانے کو دیا اور خوف سے بچا کر امن عطا کیا۔)

عرب کا حال اس دور میں یہ تھا کہ پورے ملک میں کوئی بستی ایسی نہ تھی جس کے لوگ راتوں کو چین سے سوسکتے ہوں۔ کوئی قافلہ ایسا نہ تھا جو اطمینان سے سفر کر سکے، کیونکہ راستے میں جگہ جگہ اس پر ڈاکہ پڑنے کا خطرہ نہ تھا۔ راستے بھر کے بااثر قبائلی سرداروں کو رشوتیں دیکر تجارتی قافلے بخیریت گزر سکتے تھے۔ لیکن قریش مکہ میں بالکل محفوظ تھے۔ انہیں کسی دشمن کے حملے کا خطرہ نہ تھا۔ ان کے چھوٹے اور بڑے ہر طرح کے قافلے ملک کے ہر حصے میں آتے جاتے تھے۔[٦] مکہ کی تجارت اور خوشحالی کا راز پر امن ماحول میں مضمر تھا۔

ارشاد باری ہے:

﴿ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا ءَامِنًا وَيُتَخَطَّفُ ٱلنَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ﴾[٧]

(کیا یہ دیکھتے نہیں ہیں کہ ہم نے ایک پر امن حرم بنا دیا ہے حالانکہ ان کے گردوپیش لوگ اچک لیے جاتے ہیں۔)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سبا کی قوم کی ترقی وخوشحالی اور پھلوں کی فراوانی کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ پر امن معاشرہ میں بستے تھے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ سِيرُوا۟ فِيهَا لَيَالِىَ وَأَيَّامًا ءَامِنِينَ ﴾[٨]

(چلو پھر وان راستوں میں رات دن پورے امن کے ساتھ۔)

دور حاضر میں مادی لحاظ سے انسان نے بعض اہم ایجادات ضرور کیں ہیں اور ظاہری طور پر انسان کو کچھ سہولتیں بھی میسر آئیں ہیں۔ مگر ان ایجادات کی بوقلمونی نے جہاں انسان کے ظاہر پر اثرات مرتب کیے، وہاں اس نے اس کے باطن بھی کو تاریک کر دیا، اس کو آنکھیں چندھیا دینے والی روشنی تو مہیا کی، مگر اس کی روشن ضمیری کو ختم کر کے رکھ دیا۔ دل کی بے قاعدہ دھڑکن کا علاج تو ڈھونڈ نکالا ہے۔ مگر اس کے اندرونی سوز و گداز کو چھین لیا ہے۔ اور مجموعی طور پر انسان سے آدمیت، اخوت، رحمت وشفقت، ایثار و ہمدردی، دل سوزی و دلنوازی کی ساری اقدار چھین کر اسے محض ایک کھاتے پیتے حیوان کی سطح پر

لا کھڑا کیا، بلکہ صحیح الفاظ میں یوں کہیے، انسان کو اس کے مقصد حیات سے بے گانہ کر کے محض ایک مشین کا کل پرزہ اور خودکار روبوٹ بنا کر رکھ دیا۔

قیام امن: آنحضرت ﷺ کے ارشادات

آنحضرت ﷺ کی زندگی ایک اچھا نقطہ آغاز ہے آپ ﷺ نے محض آئیڈیالوجی کی بنیاد پر زمرہ بندی کی مدافعت کی، آپ نے کبھی کبھی ایسے کام بھی کیے جنھیں قبول کرنا ہمارے لیے مشکل یا ناممکن ہوا۔ لیکن آپ عمیق جینیئس حامل تھے اور آپ نے ایک ایسے مذہب اور ثقافتی روایت کی بنیاد رکھی جس کی قوت تلوار نہیں بلکہ اسلام کا لفظ تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے دین کا متبع اپنے آپ کو یہودی کہلاتا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا پیروکار عیسائی اور نصرانی کہلاتا ہے۔ مگر دین اسلام اختیار کرنے والے کو مسلم اور مؤمن کہا جاتا ہے۔ گویا یہ مذہب اسے ہر جانب سے محفوظ کر کے امن و سلامتی کا لبادہ پہنا دیتا ہے۔ مؤمن کا علامتی نام ہی اس کے اوصاف اور کردار کا شاہد ہے۔

وہ شخصیت جو امن و سلامتی کی منبع ہے۔ مجسمہ رحمت و شفقت ہے۔ جس کے چشمہ صافی سے لوگ فیض امن پا رہے ہیں۔ وہ تو قاسم ہے۔ ((إنما أنا قاسم واﷲ يعطى)) (۹) کے منصب پر فائز ہے اور اس کا فیض محض اپنوں تک ہی محدود نہیں بلکہ بیگانوں کیلئے بلکہ پوری انسانیت اور کائنات کیلئے ہے۔ حضور علیہ السلام پیکر امن و سلامتی کیوں نہ ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ظروف واحوال ہی ایسے بنائے کہ وہ مجسمہ امن بنے۔ وہ شخصیت بلد امین میں جس کی ولادت ہوئی، امن کی گود میں پرورش پائی، حلم وبردباری کے شِیر سے تربیت ہوئی، حدود حرم میں پھلا پھولا، ((من دخله کا ن اٰمنا)) میں قرار پایا، متولی کعبہ کی سرپرستی میں زندگی گزاری، اس کا لقب پیغمبر امن نہ ہو تو اور کیا ہو۔

انسانی زندگی کے دو حالات ہیں:

۱۔ مجبور و مقہور، مظلوم اور مفتوح

۲۔ غالب وجابر، فاتح، ظالم

مجبور انسان مظلومیت کے عالم میں گندی زبان استعمال کرتا ہے۔ ظالم کے خلاف بددعائیں کرتا ہے۔ یا غالب ہو کر مفتوح کی عزت و ناموس کو تباہ وبرباد کر دیتا ہے۔ مگر محمد عربی علیہ السلام نے دونوں

حالتوں میں اعتدال اور رحمت کا دامن تھامے رکھا۔ مکی دور میں مظلومانہ زندگی بسر کی، طائف میں ستائے گئے، تشدد کیا گیا، زخمی اور خون آلود ہوئے، مگر زبان پر یہ الفاظ جاری تھے:

«اللّٰهُمّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ» (١٠)

"اے اللہ! میری قوم میری قدر و منزلت سے ناواقف ہے ان کی راہنمائی فرما۔"

مکہ میں فاتح اور غالب ہو کر داخل ہوئے، ظلم و تشدد کرنے والے ہاتھ باندھے، نظریں جھکائے فیصلے کے منتظر ہیں، قتل یا قید۔ تو پیغمبر امن ﷺ نے مجسمۂ رحم و کرم بن کر فرمایا:

«لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اذهبوا فأنتم الطلقاء» (١١)

"آج تم پر کوئی ملامت نہیں جاؤ تم آزاد ہو۔"

دنیا میں امن کے کاغذی خاکے بنانے والے، قوانین و آئین کی گھتیاں سلجھانے والے، صلح و آشتی کی شرائط و حدود کا تعین کرنے والے دعوؤں اور نعروں سے لوگوں کے دل بہلانے والے، پر فریب وعدوں سے عوام کو پھنسانے والے، امن و سلامتی کے عملی میدان میں صفر ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے امن کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا:

«مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ آمِنًا فِي سِرْبِهِ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ عِنْدَهُ قُوتُ يَوْمِهِ فَكَأَنَّمَا حِيزَتْ لَهُ الدُّنْيَا» (١٢)

"جو شخص صحت و عافیت اور امن کا سایہ میں صبح کرے اور اسے ایک دن کی خوراک میسر ہو تو گویا اس نے دنیا بھر کی نعمتیں سمیٹ لیں۔"

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«الْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ ، وَالْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ » (١٣)

"مؤمن وہ جس سے لوگ بے خوف ہو کر مطمئن ہوں اور مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں۔"

گویا کہ مؤمن کی تعریف میں امن کی عادت و خو شامل ہے۔ مسلمان کو مؤمن بھی اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ امن پسند ہے یہ لفظ امن سے ماخوذ ہے۔ جو متعدی اور لازم دونوں معنوں میں استعمال ہوتا

ہے۔ متعدی کے معنی ہیں: امن دینے کے ہیں۔ جبکہ لازم کے ہیں پر امن ہونے کے ہیں۔ گویا مؤمن خود بھی پر امن رہتا ہے اور امن کا علمبردار ہوتا ہے۔

امن کی تلاش اور غار حرا کی خلوت:

پیغمبر انسانیت ﷺ نے کسی اعتقاد، کسی نظریہ اور کسی نقشہ فکر کے بغیر اصلاح و تعمیر اور امن وامان کا کام یونہی شروع نہیں کر دیا۔ یہ محض ایک مبہم جذبہ نہ تھا، کوئی جنونِ خام نہ تھا، بلکہ حضور، کون ومکان کی عظیم ترین سچائی کی مشعل لے کر اٹھے۔ انتہائی حساس قلب کے ساتھ برسوں حضور ﷺ نے زندگی کے معمے پر کاوشیں کی تھیں، غار حرا کی خلوتوں میں اپنے اندرون کا بھی مطالعہ کیا۔ اور بیرونی عالم پر بھی غور کیا، تمدن کے صلاح وفساد (امن وامان) کے اصولوں کو سمجھنے میں بھی دماغ کھپایا۔ (۱۴)

عقیدہ توحید امن وسلامتی کا ضامن:

دین اسلام کا بنیادی رکن عقیدہ توحید ہے جس کے مطابق اس دنیا کا خالق ومالک، رازق، شہنشاہ صرف ایک اللہ کی ذات ہے، باقی ساری مخلوق اس کے عاجز بندے اور دست بستہ غلام ہیں۔ جو اس کے آگے جواب دہ ہیں کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ طاقتور بن کر بندوں کا مالک بن جائے اور ان کی جان ومال عزت وناموس سے کھیلنے لگے۔ بنیادی طور پر اسلام امن وسلامتی، مساوات، عدل وانصاف اور اخوت کا مذہب ہے۔ ظلم وزیادتی، جبر وتشدد، بدامنی ودہشت گردی، خون ریزی اور غارت گری کا شدید دشمن ہے، لہذا دین اسلام کو غالب کرنے کا مطلب، امن وسلامتی، عدل وانصاف، مساوات اور اخوت کا قیام اور ظلم وزیادتی جبر وتشدد، بدامنی دہشت گردی، خون ریزی اور غارت گری کا خاتمہ اور استیصال کرتا ہے۔

عقیدہ توحید اور پر امن معاشرہ:

رسول اللہ ﷺ نے عقیدہ توحید کے ذریعے بے خوف وخطر اور پر امن زندگی گزارنے کا سبق دیا، انسان اس جرأت آموز عقیدہ کے ذریعہ ایسی فکر کا حامل ہو جاتا ہے کہ پوری کائنات مل کر اسے خوف زدہ نہیں کر سکتی، اب وہ اللہ کے سوا کسی شئے سے نہیں ڈرتا۔ دنیا میں فساد، خوف، بدامنی، دہشت گردی شرک کے ذریعے پیدا ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَيْفَ أَخَافُ مَآ أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنَّكُمْ أَشْرَكْتُم بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ عَلَيْكُمْ سُلْطَٰنًا ۚ فَأَىُّ ٱلْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِٱلْأَمْنِ ۖ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (۱۵)

(اور آخر میں تمہارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں سے کیسے ڈروں جبکہ اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو خدائی میں شریک بناتے ہوئے نہیں ڈرتے جن کے لیے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی ہے ؟ ہم دونوں فریقوں میں سے کون زیادہ بے خوفی واطمینان کا مستحق ہے؟ بتاؤ اگر تم کچھ علم رکھتے ہو۔)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: کہ ظلم سے مراد شرک ہے۔ (۱۶) عقیدہ توحید امن وامان کا ضامن اور شرک وفساد پیدا کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَوْ كَانَ فِيهِمَآ ءَالِهَةٌ إِلَّا ٱللَّهُ لَفَسَدَتَا ۚ ﴾ (۱۷)

(اگر زمین وآسمان میں اللہ کے سوا بھی معبود ہوتے توان (زمین و آسمان) میں فساد پیدا ہو جاتا۔)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَأَنَّهُۥ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ ٱلْإِنسِ ﴾ (۱۸)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تشریح میں بڑی خوبصورت بات لکھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نفع ونقصان کا مالک نہ سمجھ کر کس طرح انسان خوف ودہشت کا شکار ہو جاتا ہے، آقا کی بجائے غلام بن جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قال كان الجن يفرقون من الإنس كما يفرق الإنس منهم أو أشد فكان الانس إذا نزلوا واديا هرب الجن، فيقول سيد القوم نعوذ بسيد أهل الوادى فقال الجن نرا هم يفرقون منا كنا نفرق منهم فدنوا من الإنس فأصابوهم بالخبل والجنون" (۱۹)

(جاہلیت کے زمانے میں جن، انسانوں ڈرتے تھے جس طرح آج انسان، جنوں سے خوف زدہ ہیں۔ جب وہ کسی سنسان وادی میں پڑاوڈالتے (توجن ان سے ڈر کر بھاگ جاتے) مگر قوم کا نمائندہ پکار کر کہتا کہ ہم جنوں کے سردار کی پناہ مانگتے ہیں۔ جن کہنے لگے زمین کا

خلیفہ انسان نے ہم سے ڈرنا شروع کر دیا ہے اور خدا کو چھوڑ کر وہ ہم سے پناہ مانگتے ہیں۔ تو جنوں نے انسانوں کو ستانا شروع کیا اور جنون جیسی بیماریوں میں مبتلا کر دیا۔)

تعلیمات اسلام اور امن:

دین اسلام کی تعلیمات وہدایات میں انسانی زندگی کے لیے وہ بہترراہنمائی ہے جو نہایت خوشگوار اور خوش حال پر امن اور پر مسرت زندگی کی ضمانت ہے ، راستی وآشتی ، سلامتی وعافیت ، راحت ورحمت اور ہر طرح کی فوزوفلاح کی ضمانت ہے ، وہ دین جو نماز کیلئے وضومیں مسواک پر زیادہ اجر سناتا ہے کہ منہ سے بدبو نہ آئے تاکہ مسجد میں کھڑے ہونے والے دوسرے نمازی کو کراہت محسوس نہ ہو ، وہ دین جو حلال جانور کو بھوکا پیاسا ذبح کرنے سے منع کرتاہے۔ وہ دین جو راہ گزر سے کانٹے دور کرنے پر ثواب بتاتا ہے تاکہ راہ چلنے والوں کو دشواری نہ ہو، وہ دین جو جانور کی محض جان تلف کرنے کیلئے شکار کو پسند نہیں کرتا۔ اور وہ دین جو کسی کی عزت ، جان ، مال کے ناحق معمولی سے نقصان کو گناہ بتاتا ہے۔وہ دین جو انسانی زندگی کی اتنی اہمیت واضح کرتاہے کہ جس نے ایک جان بچائی گویا اس نے تمام لوگوں کو بچالیا اور جس نے ناحق ایک جان کو مارا گویا اس نے سب کو مارا۔ اس پاکیزہ اور سلامتی والے دین سے دہشت گردی بدامنی اور ظلم وتشدد اور ناانصافی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اسلامی عبادات بھی معاملات کی طرح امن پروگرام کی تنفیذ میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اور اسلام کا ہر رکن اپنی حیثیت میں الگ طور پر امن وسلامتی کا پیغام ہے۔ باہمی مروت ورواداری کا جو سبق ارکان اسلام سے آشکارا ہے وہ اس حقیقت پر شاہدِ عدل ہے کہ اسلام اپنی تعلیمات میں قدم قدم پر امن وسلامتی کادرس دیتاہے۔

عبادات اور حصول امن:

نماز : نماز کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿إِنَّ ٱلصَّلَوٰةَ تَنۡهَىٰ عَنِ ٱلۡفَحۡشَآءِ وَٱلۡمُنكَرِۗ﴾ (۲۰)

(بے شک نماز فواحش اور برائیوں سے روکتی ہے۔)

نماز کئی اعتبار سے فواحش اور برائیوں سے روکتی ہے۔ انہی فواحش و منکرات کی بنا پر تنازعات اور جھگڑے جنم لیتے ہیں اور نوبت قتل و غارت تک پہنچ جاتی ہے۔ بالآخر ان سے دہشت گردی جنم لیتی ہے ۔ نماز کے اوقات کی تقسیم اور مسجد میں پانچ وقت حاضری اور اس روحانی ماحول میں وقت صرف کرنا انسان کو روحانی امن و اطمینان بھی عطا کرتا ہے اور جسمانی طور پر آدمی محفوظ ہو جاتا ہے۔ اس کے نتیجہ میں امن پسندوں کی کثیر تعداد اجتماعی طور پر امن و سلامتی کو جنم دیتی ہے۔

زکوۃ وصدقات: زکوۃ وصدقات کے بارے میں ارشاد ہوا:

﴿ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ۝ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴾ (۲۱)

(اور جن کے مال میں مقرر حصہ ہے سوالی اور محتاج کیلئے۔)

لہذا یہ حق ادا کرنے سے سرمایہ دار اور غریب، زمیندار اور ہاری، امیر و فقیر میں طبقاتی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے اور امیر کے دماغ سے رعونت اور تکبر مٹ جاتا ہے۔

﴿ خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم ﴾ (۲۲)

(ان کے مال سے صدقہ وزکوۃ لیجئے تاکہ اس کے ذریعے ان کی طہارت اور تزکیہ کریں۔)

واقعات شاہد ہیں کہ اقتدار اور حصول دولت، دہشت گردی کے دو اہم اسباب ہیں۔ اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام دہشت گردی کو جنم دیتا ہے۔ مگر اسلام نے اس نظام پر ضرب کاری لگا کر گردش دولت کا جو سنہری ضابطہ مقرر کیا ہے اس نے انسانیت دشمن عمل کو جڑ سے اکھاڑ کر امن و سلامتی کے شجرہ طبیہ کی آبیاری کی۔

روزہ: روزہ کے اندر بھی یہی حکمت و فلسفہ پنہاں ہے کہ روزہ سے نہ صرف کہ انسان اپنے حیوانی جذبات پر قابو پاتا ہے جو اسے کسی سطح پر بھی دہشت گردی کی طرف لے جاسکتے ہیں، بلکہ اس سے فحاشی و بدکاری پر بھی ضرب کاری لگتی ہے۔

نوجوان جو بے راہ روی کا شکار ہو کر فتنہ و فساد اور اخلاقی بگاڑ کا ذریعہ بنتے ہیں ان کے متعلق آپ ﷺ فرمایا:

« يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ البَاءَةَ فَلْيَتزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ» (۲۳)

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جس کے پاس بھی نکاح کرنے کی مالی وجسمانی طاقت ہو اسے نکاح کرلینا چاہیے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھے اسے چاہیے کہ روزے رکھے کیونکہ روزہ اس کی خواہشاتِ نفسانی کو توڑ دے گا۔"

حج: حج جذبہ وحدت پیدا کرتا ہے اور فرق رنگ ونسل مٹاتا ہے ہر طرح کی برائیوں اور جنگ وجدل سے روکتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ٱلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَٰتٌ ۚ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ ٱلْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِى ٱلْحَجِّ ۗ﴾ (۲۴)

(حج کے مہینے معلوم ومقرر ہیں چنانچہ جس شخص نے ان (مہینوں) میں حج کو لازم کرلیا تو حج کے دوران میں وہ جنسی باتیں نہ کرے۔ اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور نہ کسی سے جھگڑا کرے۔)

ارکان اسلام پر اس طائرانہ نظر سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام اپنی تعلیمات سے اپنے ماننے والوں کو کس مرکزی اور بنیادی فکر وفلسفہ پر چلانا چاہتا ہے۔

کائنات کے تمام طبقات کیلئے خواہش امن:

احترام انسانیت: اسلام ہی ہے جس نے انسانیت کے درجہ کو بلند کیا اور قدوسیوں کے بجائے استخلاف ارض کیلئے انسان کو منتخب کیا اور اسے مسجود ملائکہ بنا کر عزت وشرف سے نوازا اور کائنات کی تمام مخلوقات سے اسے برتر بنایا۔ گویا یہ تمام تکریم اور احترام دو وجوہ کی بنا پر ہے۔

۱۔ انسانیت کا قاتل نہ ہو۔

۲۔ معاشرہ میں فساد فی الارض اور بدامنی کا مرتکب نہ ہو۔ ان دو جرائم کے ارتکاب سے اس کا احترام ومنصب اور سٹیٹس ختم ہو کر اعلیٰ علیین سے اسفل سافلین تک پہنچ جائے گا۔

تاریخی طور پر اس کی توضیح اس طرح کی جاسکتی ہے:

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَٰٓئِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي ٱلْأَرْضِ خَلِيفَةً ۖ قَالُوٓا۟ أَتَجْعَلُ فِيهَا مَن يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ ٱلدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۖ قَالَ إِنِّيٓ أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (۲۵)

(جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے فرمایا: میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں، فرشتوں نے سب سے پہلے استفسار کیا۔ کیا آپ زمین میں ایسے کو مقرر کرنے والے ہیں جو اس کے انتظام کو بگاڑ دے گا اور خونریزیاں کرے۔)

تو گویا انسان کی عظمت اور اس کا شرف اس میں ہے کہ وہ فساد اور بدامنی کو مرتکب نہ ہو۔ اس طرح جب فرد اور معاشرے میں بدامنی پھیلانے والے عناصر کی روک تھام ہو جاتی ہے اور وہ امن وسکون کا نگہبان اور گہوارہ بن جاتا ہے تو اسلام قومی و بین الاقوامی سطح پر امن کی کوششوں کو سراہتے ہوئے ساری انسانیت کو ایک اکائی قرار دیتا ہے، اخوت کی جہانگیری قائم کرتا ہے، رنگ و نسل کی تمیز مٹاتا اور معیار فضیلت تقویٰ کو قرار دیتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓا۟ ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ ٱللَّهِ أَتْقَىٰكُمْ ۚ﴾ (۲۶)

(لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادیاں بنائیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔)

فردِ واحد کا قتل نوعِ انسانیت کا قتل:

اسلام ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل تصور کرتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿مَن قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي ٱلْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ أَحْيَا ٱلنَّاسَ جَمِيعًا﴾ (۲۷)

(جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔)

مولانا مودودیؒ نے اسکی تفسیر میں بڑی خوبصورت توجیہ لکھی ہے:

"دنیا میں نوع انسانی کی زندگی کا بقا منحصر ہے اس پر کہ ہر ایک دوسرے کی زندگی کے بقاء و تحفظ میں مددگار بننے کا جذبہ رکھتا ہو۔ جو شخص ناحق کسی کی جان لیتا ہے وہ صرف ایک ہی فرد پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ ثابت کرتا ہے کہ اس کا دل حیات انسانی کے احترام سے اور ہمدردی نوع کے جذبہ سے خالی ہے۔ لہذا وہ پوری انسانیت کا دشمن ہے کیونکہ اس کے اندر وہ صفت پائی جاتی ہے۔ جو اگر تمام افرادانسانی میں پائی جائے تو پورے نوع کا خاتمہ ہو جائے اس کے برعکس جو انسان کی زندگی کے قیام میں مدد کرتا ہے۔ وہ درحقیقت انسانیت کا حامی ہے۔ کیونکہ اس میں وہ صفت پائی جاتی ہے۔ جس پر انسانیت کے بقا کا انحصار ہے۔" (۲۸)

تحفظ حیوانات برائے امن:

جانور اللہ کی بے زبان مخلوق ہیں۔ رسول اللہ نے ان پر شفقت ورحمت کی تاکید فرمائی ہے۔ عرب کے معاشرے میں ان بے زبانوں پر جو ظلم مدت سے چلے آرہے تھے وہ تمام موقوف کرا دیے۔ ایک بے رحمی کا دستور یہ تھا کہ کسی جانور کو باندھ کر اس کا نشانہ بناتے تھے اور مشق تیر اندازی کرتے تھے اس سنگ دلی کی بھی ممانعت کر دی گئی۔ اور جانوروں کے مثلے یعنی ان کے اعضاء کی قطع وبرید کرنا بھی حرام ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ جانوروں سے نیکی کرنے کا ثواب ہے۔ تو آپ ﷺ نے جواب دیا:

« فِي كُلِّ كَبِدٍ رَطْبَةٍ أَجْرٌ » (۲۹)

ہر جگر رکھنے والے (کے ساتھ نیکی) کا ثواب ہے۔

زندہ جانور کے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ لیتے اور اس کو پکا کر کھاتے، چنانچہ آپ اس عمل کو ملعون قرار دیا۔

« لَعَنَ مَنِ اتَّخَذَ شَيْئًا فِيهِ الرُّوحُ غَرَضًا» (۳۰)

آپ ﷺ نے کسی ذی روح کو باندھ کر اذیت پہنچانے کی غرض سے نشانہ بازی کرنے والے پر بھی لعنت فرمائی۔

اور اسی طرح جانوروں کو باہم لڑانے سے منع فرمایا۔

انسان کی عظمت تو بہت بلند ہے، جہاں اس کے چہرے پر مارنے سے منع کیا، وہاں جانور کے چہرے کو بد نما کرنے سے بھی منع فرمایا۔ ایک دفعہ ایک گدھا راہ میں دیکھا، جس کا چہرہ داغا گیا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَعَنَ اللهُ الَّذِي وَسَمَهُ» (۳۱)

جس نے اس کا چہرہ داغا ہے اس پر خدا کی لعنت۔

علالت یا بعض دیگر ضرورتوں کی بنا پر اگر داغنا پڑے تو ان اعضاء کو داغنا چاہیئے جو زیادہ نازک نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

« لا تتخذوا ظهور دوابكم كراسي» (۳۲)

جانوروں کی پیٹھوں کو اپنی نشت گاہ اور کرسی نہ بناؤ۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے تو دیکھا کہ اس کی پیٹھ اس کے پیٹ سے لگ ہوئی تھی (یعنی بھوکا تھا)، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«اتَّقُوا اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً وَكُلُوهَا صَالِحَةً» (۳۳)

ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ تعالی سے ڈرو، ان پر اچھے طریقے سے سوار ہوں اور اچھے طریقے سے ان کا گوشت کھاؤ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

« كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَانْطَلَقَ لِحَاجَتِهِ فَرَأَيْنَا حُمَرَةً مَعَهَا فَرْخَانِ فَأَخَذْنَا فَرْخَيْهَا فَجَاءَتْ الْحُمَرَةُ فَجَعَلَتْ تُفَرِّشُ فَجَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ فَجَعَ هَذِهِ بِوَلَدِهَا رُدُّوا وَلَدَهَا إِلَيْهَا» (۳۴)

کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ اپنی کسی ضرورت کے لئے تشریف لے گئے۔ ہم نے ایک چڑیا کو دیکھا جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ ہم نے اس کے بچے پکڑ لئے چنانچہ چڑیا آئی اور ہمارے سر پر منڈلانے لگی۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمانے لگے اس چڑیا کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے تکلیف دی ہے۔ جاؤ بچوں کو وہیں رکھ کر آؤ۔

جو پیغمبرِ امن جانوروں کے قتل کو پسند نہیں کرتا ان کی اذیت اور دکھ انہیں بے قرار کر دیتا ہے، وہ انسانوں کے قتل کی اجازت کیسے دے سکتا ہے؟ وہ حلال جانوروں کے ذبح کے وقت بھی ایسے اصولوں کی پابندی کرواتا ہے جس سے جانور کو تکلیف نہ ہو۔

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذِّبْحَةَ، وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ، وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ» (۳۵)

اور جب جانور کو ذبح کرو تو احسن انداز سے ذبح کرو۔ ذبح کرنے والا اپنی چھری کو تیز کرے اور جانور کو آرام پہنچائے۔

علامہ ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" ثبت النهى عن قتل البهيمة بغير حق والوعيد فى ذلك فكيف بقتل الآدمىّ فيكف بالمسلم فيكف بالتقى الصالح" (۳۶)

اسلام نے جانوروں کو ناحق قتل کرنے کی ممانعت فرمائی اور اس سلسلہ میں وعید ثابت ہے تو سوچیئے کہ انسان کے ناحق قتل کرنے کی کتنی مذمت ہوگی اور اس سے بڑھ کر ایک مسلمان کو قتل کرنے اور اس سے آگے متقی اور نیکوکار کے قتل کی وعید کیا ہوگی۔؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« لا تقتلوا الضفادع » (۳۷)

مینڈک کو بلاوجہ قتل نہ کرو۔

ایک عورت بلی کو بھوکا باندھنے کی بنا پر جہنم رسید ہوئی:

« دَخَلت امْرَأةٌ النَّارَ في هِرَّةٍ، ربطتها، فلم تُطْعِمها، ولم تَدَعْها تأْكُل مِن خَشاشِ الأرض» (۳۸)

ایک عورت جو بلی کو بھوکا باندھنے کی بنا پر جہنم رسید ہوئی جسے اس نے کھانے کے لئے نہیں چھوڑا۔

« مَنْ قَتَلَ عُصْفُورًا عَبَثًا عَجَّ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، قَالَ : يَا رَبِّ إِنَّ فُلانًا قَتَلَنِي عَبَثًا وَلَمْ يَقْتُلْنِي لِمَنْفَعَةٍ» (۳۹)

جس نے کسی چڑیا کو بے کار مار ڈالا وہ قیامت کے دن چلائے گی کہ اے رب اس نے مجھے بے کار قتل کیا ہے اور کسی نفع کے لئے نہیں قتل کیا ہے۔

تحفظ نباتات برائے امن:

کھیتیاں، باغات، اور نباتات یہ اشیاء انسانی حیات ضروریات اور حسن وزیبائش کیلئے ضروری ہیں، اور بعض تو انسانی بقاکے کام آتی ہیں، اور یہی نباتات حیوانات کی خوراک بن کر انسانوں کی غذا کی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ جب کوئی قوم ان سے محروم ہو جاتی ہے تو انسانیت کیلئے خطرہ بن جاتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے کھیتی باڑی پھلوں اور باغات تلف کرنے پر پابندی لگائی ہے۔

قرآن مجید نے اس منافق اور مفسد کی تصویر کھینچی جو دنیامیں فساد چاہتاہے اور امن کو برباد کرتاہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي ٱلۡأَرۡضِ لِيُفۡسِدَ فِيهَا وَيُهۡلِكَ ٱلۡحَرۡثَ وَٱلنَّسۡلَۚ وَٱللَّهُ لَا يُحِبُّ ٱلۡفَسَادَ ﴾ (۴۰)

(جب اسے اقتدار حاصل ہوتا ہے تو زمین میں اس کی ساری دوڑ دھوپ اس لیے ہوتی ہے کہ فساد پھیلائے، کھیتوں کو غارت کرے اور نسل انسانی کو تباہ کرے، حالانکہ اللہ فساد کو ہر گز پسند نہیں کرتا۔)

گویا نباتات، کھیتیوں اور باغات کو تباہ کرنا نسل انسانی کو تلف کرنے کے مترادف ہے اور زمین کے امن کو فساد میں بدلنے کی مذموم حرکت ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فساد کی توجیہ اس طرح فرمائی ہے:

"فَهَذَا الْمُنَافِق لَيسَ لَهُ هِمَّة إِلَّا الْفَسَاد فِي الْأَرْض وَإِهْلَاك الْحَرْث وَهُوَ مَحَلّ نَمَاء الزُّرُوع وَالثِّمَار وَالنَّسْل وَهُوَ نِتَاج الْحَيَوَانَات الَّذِينَ لَا قِوَام لِلنَّاسِ إِلَّا بِهِمَا". [۴۱]

"اس منافق کو فساد فی الارض اور کھیتوں کی تباہی کے علاوہ کوئی کام نہیں، جبکہ کھیت، چارہ، پھلوں اور افزائش نسل کا ذریعہ ہیں۔ حیوانات کی ضروریات اور انسانوں کا نفع بھی ان سے وابستہ ہے۔"

ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

«من قطع سدرةً صوب الله رأسه في النار» [۴۲]

"جس شخص نے بیری کے درخت کو کاٹا اللہ تعالی اس کے سر کو جہنم میں جھونک ڈالیں گے۔"

حرف آخر

اسلام دین فطرت ہے، جامع دائمی اور عالم گیر دستور حیات ہے۔ اور پر امن معاشرے کے قیام کا داعی، تحفظ کائنات کا امین اور تمام بنی انسان کے تحفظ کا ضامن ہے اور انسانیت کو قدر مشترک قرار دے کر اس پر متحد ہونے کی تاکید کرتا ہے۔ اور وسیع فکر و نظر کے ذریعے انسانیت کے تحفظ وبقا کے اقدامات کرتا ہے، انہیں رنگ و نسل، زبان اور علاقائیت کی جکڑ بندیوں سے آزاد کرتا ہے تاکہ وہ ان تنگنائیوں سے نکل کر انسانیت کے وسیع سائبان کے نیچے سایہ افگن ہو اور کائنات، امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے، لیکن یہ سب کچھ اسی وقت ممکن ہے جب سوچ اور فکر وسیع اور آفاقی ہو گی، اور یہی اسلام کی خصوصیت ہے۔ جس کا اعلان بر ملا ہر موقع پر کیا گیا۔

پیغمبر امن ﷺ کے فرمودات اور آپ کی ذات گرامی کا کردار امن وسلامتی کا پیغام اور محبت ومودت کی عملی تصویر ہے۔ سیرت نبوی کے تمام پہلو، معاشی ہوں یا معاشرتی، سیاسی ہوں یا دفاعی، امن کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ضرورت ہے کہ غلط فہمیوں کا ازالہ کر کے کتاب وسنت کی روشنی، تاریخی شواہد اور واقعاتی دلائل وبراہین کے ساتھ واضح کیا جائے کہ اسلام ایک پر امن دینِ رحمت ہے، امن سلامتی کا داعی اور کائنات کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کرنے والا مذہب ہے۔ جس کی برکات سے جن وانس حتی کہ جمادات ونباتات، طیور وحیوانات بھی مستفید ہوتے ہیں۔ اور یہ ثابت کیا جائے کی کائنات میں صرف ایک ہی

شخصیت ہے جس کی فکر اور عمل امن وسلامتی کے حوالے سے مشعل راہ ہے۔ وہ صرف اور صرف حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ انہیں پیغمبر اسلام اور پیغمبر امن کہنے میں کوئی فرق نہیں پیغمبر امن کی زندگی کا کوئی قول یا فعل ایسا نہیں جو امن وسلامتی کے منافی ہو۔ یہ چیلنج پیغمبر امن کی سیرت کے علاوہ کسی اور کے کردار سے متعلق نہیں کیا جاسکتا۔

اگر ہم پیغمبر امن ﷺ کی سیرت طیبہ پر بغور نظر ڈالیں تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ یوں تو نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کے بہت سے گوشے ہیں مگر آپ ﷺ کی زندگی کا اہم گوشہ بحیثیتِ داعیِ امن واخوت ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ نے تائیدِ غیبی کے ساتھ لوگوں کو محبت واخوت کی لڑی میں پرودیا۔ جو معاشرہ انتشار وافتراق کا شکار تھا اس کو توحید الٰہی کے رشتے میں ایک دوسرے کے ساتھ منسلک کردیا کہ جس کی مثال مواخات، بھائی چارے کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱) ابن منظور، لسان العرب، دار صادر، ۲۰۰۳م، ص:۱/۱۶۵
۲) الزمخشری، اساس البلاغۃ، دار الفکر - ۱۳۹۹ھ ۱۹۷۹م ص:۲۱
۳) الراغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، مکتبہ نزار مصطفی الباز، ص: ۱/۲۴
۴) المناوی، محمد عبد الرؤوف، التعریفات، ص:۹۴، تحقیق د. محمد رضوان الدایۃ، دار الفکر المعاصر، بیروت، دمشق، ۱۴۱۰ھ،
۵) سورۃ القریش:۴-۳
۶) تفہیم القرآن، ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن، ص: ۶/۴۷۸
۷) سورۃ العنکبوت:۶۷
۸) سورۃ سبا:۱۸
۹) مسند ابی یعلی، مسند ابوہریرہ، ص:۱۲/۱۱۰
۱۰) الیعمری، ابن سید الناس، عیون الأثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر، مکتبۃ ابن عبد الوھاب السالمی ص:۲/۴۲۱
۱۱) ابن اسحاق، السیرۃ، دار الکتب العلمیۃ ۱۴۲۴ ص:۴/۳۱
۱۲) الترمذی ابو عیسی، سنن الترمذی . دار السلام للنشر والتوزیع الریاض، کتاب الزھد عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب فی التوکل علی اللہ، حدیث رقم، ۲۳۴۶ ،ص:۲/۲۷۴
۱۳) ابن حنبل ،مسند احمد، تحقیق احمد محمد شاکر وحمزۃ الزین، ط دار الحدیث، رقم الحدیث: ۲۳۳۲۷
۱۴) نعیم صدیقی ، محسن انسانیت، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور ،ص:۲۹
۱۵) سورۃ الأنعام:۸۱
۱۶) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر دار طیبہ ص: ۲/۱۵۲
۱۷) سورۃ الأنبیاء:۲۲
۱۸) سورۃ الجن:۶
۱۹) ابن کثیر، ص:۴/۴۲۹
۲۰) سورۃ العنکبوت:۴۵
۲۱) سورۃ المعارج:۲۴،۲۵

۲۲) سورة التوبة:۱۰۳

۲۳) صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب قول النبی ﷺ من استطاع منکم الباءة فلیتزوج، ط. الریان رقم الحدیث: ۵۰٦٦

۲۴) سورة البقرة:۱۹۷

۲۵) سورة البقرة:۳۰

۲٦) سورة الحجرات:۱۳

۲۷) سورة المائدة:۳۲

۲۸) تفہیم القرآن، ابو الاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن، ص: ٦/۴۷۸

۲۹) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۱۹۰

۳۰) مسلم، صحیح مسلم، تحقیق نظر بن محمد الفاریابی أبو قتیبہ، دار طیبة رقم الحدیث:۳٦۲٦

۳۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث:۳٦۹۰

۳۲) مسند أحمد، قم الحدیث: ۵۰۲۹

۳۳) سنن ابو داود، کتاب الجہاد، باب مایؤمر بہ من القیام علی الدواب، رقم الحدیث: ۲۱۸۸

۳۴) سنن ابو داود، کتاب الادب، ابواب النوم، باب فی قتل الذر رقم الحدیث: ۲۳۰۰

۳۵) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳٦۱۵

۳٦) ابن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دارالریان للتراث ص: ۱۸۹/۱۲

۳۷) مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۵٦٦

۳۸) صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۳۳۱۸

۳۹) مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۹۰۳۴

۴۰) سورة البقرہ:۲۰۵

۴۱) تفسیر ابن کثیر، ص ۵٦۴/۱

۴۲) سنن ابو داؤد، کتاب الادب، ابواب النوم، باب فی قتل السدرة رقم الحدیث: ۵۲۳۹

* *